مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدماتِ حدیث

اور حیات کے چند گوشے

مولانا محمد رضی الاسلام ندوی

۱، ۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱، ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ، انڈیا میں ''ہندوستان میں علم حدیث، تیرہویں اور چودہویں صدی میں'' کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس میں موضوع کے مختلف پہلوؤں اور نمایاں شخصیات پر گراں قدر مقالے پیش کیے گئے۔ ہماری جامعہ کے بانی محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ پر بھی دو وقیع مقالے پڑھے گئے۔ اب کچھ عرصہ قبل مولانا اختر ندوی نے ان مقالات کو مرتب کرکے کتابی صورت میں شائع کردیا ہے۔ زیرنظر مقالہ بھی اسی کتاب کا جزء ہے، جسے افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تاریخ میں کچھ شخصیات ایسی گزری ہیں جن کا علم وفضل مسلم ہونے کے باوجود ان کا نام ان کے اساتذہ کے ساتھ جوڑ کرلیا جاتا ہے، جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا ہے ان کے اساتذہ کا ذکر خود بہ خود آجاتا ہے اور جب بھی وہ اساتذہ زیر بحث آتے ہیں، بات ان کے ان شاگردوں تک جاپہنچتی ہے۔ اس سلسلے میں ماضی بعید میں علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیمؒ اور ماضی قریب میں علامہ شبلی نعمانیؒ اور ان کے شاگرد علامہ سید سلیمان ندویؒ اور علامہ حمید الدین فراہی اور ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی کے اسماء گرامی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک مثال مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی ہے، جن کا نام علمی حلقوں میں ان کے استاذ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۵۲ھ) کے ساتھ جوڑ کرلیا جاتا ہے۔ یوں تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردوں کی ایک کہکشاں ہے جس نے علمی دنیا میں خوب ضیا پاشیاں کی ہیں اور خلقِ کثیر کو فیض پہنچایا ہے، لیکن ان میں غالباً سب سے زیادہ شہرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو حاصل ہوئی۔ قاری محمد طیبؒ نے لکھا ہے:

''حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے علوم کی جتنی امانت مولانا بنوریؒ کے سینے میں تھی، ان کے تلامذہ میں یہ نوعیت کسی کی نہ تھی اور ان علوم پر جتنا افادہ انہوں

نے فرمایا، یہ بھی امتیازی چیز ہے جو انہیں حاصل تھی''۔ (۱)

مولانا محمد تقی عثمانی رقم طراز ہیں:

''امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے آپؒ کو جو خصوصی تعلق رہا، اس کی مثال حضرت شاہ صاحبؒ کے دوسرے تلامذہ میں نہ ملے گی۔ مولانا مرحوم نے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت وصحبت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا، چنانچہ وہ ایک عرصہ تک سفر وحضر میں اپنے شیخ کی نہ صرف محبت سے مستفید ہوتے رہے، بلکہ ان کی خدمت اور ان سے علمی وروحانی استفادے کی خاطر مولانا نے نہ جانے کتنے مادی اور دنیوی مفادات کی قربانی دی''۔ (۲)

مختصر حالاتِ زندگی

مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی ولادت ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ، ۳ مئی ۱۹۰۸ء کو موضع مہابت آباد صوبہ سرحد (پاکستان) میں ہوئی۔ ان کے جداعلیٰ سید آدمؒ ہندوستان کے ضلع انبالہ کے ایک گاؤں بنور کے باشندہ تھے، اسی نسبت سے ان کا پورا خاندان مشہور ہوا۔ ان کے والد مولانا محمد زکریاؒ بلند پایہ عالم اور معروف شخصیت تھے، ان سے اور علاقہ کے دیگر علماء سے مولانا نے ابتدائی عربی اور متوسط عربی درجات کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۷ء میں وہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور وہاں کے اساتذہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور مولانا مفتی شفیعؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' کے مصنف سید محبوب رضوی کے مطابق اگرچہ مولانا بنوریؒ نے باقاعدہ دارالعلوم میں داخلہ نہیں لیا، مگر ان کا تعلیمی تعلق ہمیشہ دارالعلوم کے اساتذہ ہی سے رہا ہے۔ (۳)

۱۳۴۶ھ، ۱۹۲۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں ہونے والی اسٹرائیک کے نتیجے میں جب علامہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وہاں سے الگ ہوکر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) چلے گئے تو ان کے ساتھ مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی ہولیے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں انہوں نے کئی سال گزارے، جہاں علامہ کشمیریؒ سے حدیث کا درس لیتے رہے، وہیں سے انہوں نے سند فضیلت حاصل کی، پھر کافی عرصہ تک وہیں تدریس کی خدمت انجام دی۔ پاکستان آنے کے بعد مولانا محمد یوسف بنوریؒ عرصہ تک سندھ کے مشہور مدرسہ ٹنڈوالہ یار میں شیخ الحدیث رہے، پھر کراچی میں نیوٹاؤن کی مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا، جو ترقی کرتے کرتے ایک بڑا دارالعلوم بن گیا، آخر وقت تک مولاناؒ اس کے مہتمم وناظم اعلیٰ رہے۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء، ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ کو مولاناؒ کا وصال ہوا۔ (۴)

ہمہ جہت خدمات

مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی عملی ودینی خدمات کے متنوع پہلو ہیں، انہیں درج ذیل نکات کی

شکل میں بیان کیا جا سکتا ہے:

ا:......مولاناؒ ایک مشہور اہل قلم تھے، انہوں نے عربی اور اردو دونوں زبانوں میں لکھا ہے، عربی زبان میں ان کا قلم زیادہ رواں اور سیال تھا، ان کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

''یتیمة البیان فی شئ من علوم القرآن ''۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ''مشکلات القرآن '' کی ترتیب واشاعت کے وقت اس میں مولانا بنوریؒ نے ایک مبسوط مقدمہ شامل کیا تھا، وہی بعد میں الگ سے شائع ہوا۔

''نفحة العنبر فی حیاة إمام العصر الشیخ محمد أنورؒ ''۔ یہ کتاب علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی سوانح حیات پر ہے۔

''الأستاذ المودودی وشئ من حیاته وأفکاره ''۔اس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بعض افکار وآراء پر تنقید کی گئی ہے۔

''بغیة الأریب فی مسائل القبلة والمحاریب ''۔

''فصّ الختام فی مسئلة الفاتحة خلف الإمام ''۔اس کے علاوہ مختلف کتابوں پر مولاناؒ کے قلم سے مقدمے شائع ہوئے ہیں۔

مولاناؒ نے اردو زبان میں ایک ماہنامہ ''بینات'' کے نام سے جاری کیا، جسے اپنے علمی ودینی مضامین کی وجہ سے پاکستان کے علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اس میں مولاناؒ کے قلم سے اداریے اور علمی ودینی موضوعات پر مضامین شائع ہوتے تھے۔

۲:......مولاناؒ عربی زبان وادب پر عربوں جیسی قدرت رکھتے تھے، انہیں عربی زبان میں تقریر وتحریر کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔ مؤتمر عالم اسلامی قاہرہ، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، مجمع البحوث الاسلامیۃ قاہرہ اور عالم اسلام کے مختلف علاقوں میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور اجلاسوں میں اپنی زبردست علمیت اور غیر معمولی قادر الکلامی سے اثر ڈالتے تھے۔ ''بینات'' کی فائلوں میں مولاناؒ کے متعدد عربی مضامین مع اردو ترجمہ محفوظ ہیں۔(۵) مولاناؒ کی شخصیت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

> ''اللہ تعالیٰ نے مولاناؒ کو عربی تقریر وتحریر کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ اہل عجم میں شاذ ونادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے، خاص طور سے ان کی عربی تحریریں اتنی بے ساختہ، سلیس، رواں اور شگفتہ ہیں کہ ان کے فقرے فقرے پر ذوقِ سلیم کو حظ ملتا ہے اور ان میں قدیم وجدید اسالیب اس طرح جمع ہو کر یک جان ہو گئے ہیں کہ پڑھنے والا جزالت اور سلاست دونوں کا لطف ساتھ ساتھ محسوس کرتا ہے۔ مولاناؒ کی تحریروں میں اہل زبان کے محاورات، ضرب الامثال اور استعارے ایسی بے تکلفی کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں کہ بہت سے عربوں کی تحریروں میں بھی یہ بات نہیں ملتی۔ ''نفحة العنبر ''تو ایک

طرح سے خالص ادبی تصنیف ہے، لیکن ''معارف السنن'' اور ''یتیمة البیان''
جیسی ٹھوس علمی اور تحقیقی تصانیف میں بھی ادب کی چاشنی اس انداز سے رچی بسی ہوئی
ہے کہ وہ نہایت دل چسپ اور شگفتہ کتابیں بن گئی ہیں''۔ (۶)

مولاناؒ کی عربی دانی کے اعتراف کا مظہر یہ ہے کہ اُنہیں ''مجمع اللغة العربیة دمشق'' (سابقہ نام: المجمع العلمی العربی) نے اپنا اعزازی رکن نامزد کیا تھا۔ اس اکیڈمی کے قیام (۱۹۱۹ء) سے اب تک پاکستان سے اس کے صرف چار ارکان رہے ہیں، جن میں سے ایک مولانا محمد یوسف بنوریؒ ہیں۔ (۷)

۳:...... ہندوستان کی طرح پاکستان میں بھی عربی و دینی مدارس کے مابین کوئی باہمی رابطہ نہیں تھا، وہاں کے سرکاری حلقوں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہا اور ان مدارس کو سرکاری سرپرستی میں لے کر مشرقی امتحانات کا مرکز بنا دینے کی کوشش کی، لیکن مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے بڑی ہمت سے اس صورت حال کا مقابلہ کیا اور آزاد عربی مدارس کا ایک وفاق بنا دیا، جو بہت مفید ثابت ہوا۔ (۸)

۴:...... مولانا بنوریؒ نے مفتی محمد شفیعؒ کے ساتھ مل کر جدید فقہی مسائل کی تحقیق کے لیے مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن اور دارالعلوم کراچی کے علماء پر مشتمل ایک ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' قائم فرمائی تھی۔ مولانا محمد تقی عثمانی کا بیان ہے کہ:

''اس مجلس کا اجلاس ہر ماہ دارالعلوم کورنگی یا مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں منعقد ہوا
کرتا تھا۔ یہ مجلس عام طور سے صبح کو شروع ہوکر شام تک جاری رہتی، بیچ میں
کھانے اور نماز کا وقفہ ہوتا، پیچیدہ فقہی مسائل زیر بحث آتے، کتابوں کا اجتماعی
طور سے مطالعہ ہوتا، تمام شرکائے مجلس اپنا اپنا نقطۂ نظر آزادی سے پیش کرتے......
جب تک تمام شرکاء مطمئن نہ ہو جاتے، فیصلہ نہ ہوتا''۔ (۹)

۵:...... مولانا کا ایک اہم کارنامہ پاکستان میں تحریک ختم نبوت کی قیادت اور اس کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت منوانے کی صورت میں حاصل ہونے والی کامیابی ہے۔ یہ مسئلہ برسوں سے چلا آرہا تھا، ۱۹۵۳ء میں ہزاروں مسلمانوں نے اس کے لیے عظیم قربانیاں دی تھیں، بالآخر یہ مسئلہ سرکاری اور قانونی سطح پر ۱۹۷۳ء کی جس تحریک کے نتیجے میں حل ہوا، اس کے قائدین میں سے ایک مولانا بنوریؒ تھے۔

۶:...... مولاناؒ کی ہمہ جہت خدمات کا ایک اہم، بلکہ شاید سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ وہ پاکستان میں الحاد، بے دینی اور تجدید پسندی کی راہ کا سنگِ گراں تھے، باطل افکار ونظریات کے خلاف ان کی شمشیر ہمیشہ برہنہ رہتی تھی۔ جب بعض حلقوں کی جانب سے ایسے افکار پیش کیے جانے لگے جن کے ڈانڈے انکار حدیث سے ملتے تھے، تو مولاناؒ نے ان کا سخت نوٹس لیا۔ سرکاری ادارے ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' کے بعض وابستگان کی تحریروں میں جب عقلیت زدگی اور تجدد پسندی کا مظاہرہ ہونے لگا، تو مولاناؒ نے اپنے ماہنامہ ''بینات'' میں اس کا زبردست تعاقب کیا، مولانا عبدالسلام قدوائی نے لکھا ہے:

''انہوں نے پاکستان میں لامذہبیت اور بدعقیدگی کو بھی روکنے کی کامیاب کوشش کی،

اس سلسلے میں بعض اوقات انہیں حکومت سے بھی ٹکر لینی پڑی، لیکن انہوں نے اس کی کوئی پروانہیں کی...ان کی ہمت واستقامت نے بہت سے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو سہارادیا، الحادو بے دینی کے اڈے ٹوٹ گئے اور ملحدین کوراہِ فرار اختیار کرنی پڑی''۔ (۱۰)

مولاناؒ جس بات کو برحق سمجھتے تھے، اس کے معاملے میں ذراسی بھی مداہنت سے کام نہ لیتے تھے اور جو نقطۂ نظر انہیں کتاب وسنت اور جمہور امت سے ہٹا ہوا محسوس ہوتا تھا، اس پر سکوت اختیار کرنا ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتا تھا، خواہ اس نقطۂ نظر کا حامل شخص ان سے کتنے ہی قریبی تعلقات رکھتا ہو اور مصالح خاموشی کا کتنا ہی تقاضا کرتے ہوں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی سیاسی جدوجہد میں علمائے دیوبند کی ایک جماعت مؤید ومعاون رہی، لیکن جب انہوں نے بعض مسائل میں جمہور امت سے الگ راستہ اختیار کیا تو ان کے نظریات کے علمی رد کے لیے مولانا بنوریؒ نے ایک مفصل مقالہ لکھا، یہ مقالہ ''مشکلات القرآن'' کے مقدمے میں شامل ہے جو اَب ''یتیمة البیان'' کے نام سے الگ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کے رکن رکین تھے، اس لیے حلقۂ دیوبند میں انہیں قدر واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، لیکن جب انہوں نے آخری دور میں بعض ایسے نظریات کی تبلیغ شروع کردی جو جمہور علمائے امت کے خلاف تھے تو مولاناؒ نے ان کی تردید کی۔ علامہ طنطاویؒ جوہری کی تفسیر ''الجواهر في تفسير القرآن'' آیات قرآنی کی سائنسی تفسیر کے رجحان کی نمائندہ ہے، سفرِ مصر کے دوران ایک موقع پر مولاناؒ کی ملاقات علامہ طنطاویؒ سے ہوگئی، تو انہوں نے ان کے سامنے برملا اس رجحان پر تنقید کی اور اس کے خطرات واضح کیے۔

پاکستان میں بائیس نکاتی دستور کی ترتیب، تحریکِ ختم نبوت اور دیگر محاذوں پر انہوں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ مل کر کام کیا، لیکن ان کے بعض خیالات پر جن سے انہیں اتفاق نہ تھا، ان پر سخت تنقید کی اور عربی زبان میں ایک کتاب لکھی۔ یہاں اس محاکمہ کا موقع نہیں ہے کہ ان مباحث میں مولانا بنوریؒ کا موقف صحیح ہے یا دوسرے لوگوں کا، صرف اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ مولاناؒ جس چیز کو مبنی برحق سمجھتے تھے بلاخوف لومة لائم اس کا اظہار کرتے تھے اور کسی قسم کی مصلحت کو درمیان میں حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔

خدماتِ حدیث

علم حدیث کے میدان میں مولانا بنوریؒ کی خدمات کے متعدد پہلو ہیں:

۱:......مولاناؒ کی پوری زندگی حدیث کے درس وتدریس میں گزری ہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ وہیں خدمتِ حدیث پر مامور ہوگئے تھے، پھر جب پاکستان تشریف لے گئے تو وہاں کے بھی مختلف مرکزی مدارس میں درسِ حدیث دیتے رہے۔ سندھ کے مشہور مدرسہ ٹنڈوالہ یار میں عرصہ تک شیخ الحدیث رہے، پھر جب نیوٹاؤن کراچی کی مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا

تو وہاں کے نظم وانصرام کی نگرانی کے ساتھ طالبانِ علم کو اپنے دروسِ حدیث سے فیض پہنچاتے رہے اور یہ سلسلہ زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔

۲:......الحاج محمد بن موسیٰ سورتیؒ، جو جنوبی افریقہ کے بڑے تاجروں میں سے تھے، انہوں نے ڈابھیل میں ''المجلس العلمی ''کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا، جہاں سے قرآن، حدیث، تصوف، اسرارِ دین اور دیگر موضوعات پر متعدد کتابیں شائع کی گئیں۔ اس ادارے سے مولانا بنوریؒ کی دل چسپی اور کوشش سے علم حدیث کی متعدد کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں، ان میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ''نیل الفرقدین فی مسئلة رفع الیدین ''اور ''کشف السر فی مسئلة الوتر '' قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح قدیم مراجع میں سے علامہ زیلعیؒ (۷۶۲ھ) کی ''نصب الرأیة لأحادیث الهدایة '' بھی دیدہ زیب طباعت کے ساتھ منظر عام پر آئی۔ یہ کتاب پہلے بھی ہندوستان میں چھپ چکی تھی، مگر اس میں بکثرت اغلاط تھیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ''المجلس العلمی '' کی جانب سے تصحیح کے بعد اسے دوبارہ شائع کرنے کی ہدایت کی، بعض قلمی نسخوں سے اس کا موازنہ کیا گیا، پھر مولانا بنوریؒ نے اس کی طباعت کے لیے قاہرہ کا سفر کیا، وہاں ''دار الکتب المصریة '' میں محفوظ اس کتاب کے بعض نسخوں سے موازنہ کیا، علامہ زاہد الکوثریؒ سے اس پر مقدمہ لکھوایا اور خود بھی اس پر بعض حواشی اور کتاب، صاحب کتاب اور ''المجلس العلمی '' کا تعارف سپردِ قلم فرمایا، اس طرح یہ کتاب معیاری طباعت کے ساتھ قاہرہ سے ۱۳۵۷ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی، مولانا عبدالسلام قدوائیؒ نے اس خدمت پر انہیں یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> ''قدماء کی کتابوں میں ہدایہ کی تخریج ''نصب الرأیة'' کی بڑی اہمیت ہے، لیکن پہلے یہ بہت ہی معمولی کاغذ پر چھپی تھی اور اس کے نسخے بھی بہت کم یاب تھے۔ مولانا بنوریؒ کا حدیث وفقہ کے طلبہ پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مصری ٹائپ میں بہت اچھے کاغذ پر اس کتاب کی طباعت کا انتظام کیا اور اس کے ساتھ بڑے عالمانہ حواشی تحریر کیے، جن کی وجہ سے اس کتاب کا افادہ بہت بڑھ گیا''۔ (۱۱)

۳:......مولاناؒ کی ایک حیثیت شارحِ حدیث کی ہے، جامع ترمذی کی ان کی شرح معارف السنن کو علمی حلقوں میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ آئندہ سطور میں اس کتاب کے حوالے سے مولاناؒ کی خدمت حدیث کا تعارف کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

معارف السنن کی اہمیت

''معارف السنن ''اصلاً علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے افادات اور ان کی تحقیق وتخریج پر مشتمل ہے، لیکن ان میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی محدثانہ شان بھی نمایاں ہے۔ علماء نے شروح ترمذی میں اس کی اہمیت اور قدر وقیمت کا اعتراف کیا ہے، قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں:

''ترمذی شریف کی نہایت ہی جامع اور بلیغ شرح لکھی، جس میں محدثانہ اور فقیہانہ انداز سے کلام کیا گیا ہے، اس کی عربیت اور طرزِ ادا معیاری ہے اور ذخیرۂ معلومات بہت کافی ہے، اس سے تبحر اور تفقہ دونوں نمایاں ہیں''۔ (۱۲)

مولانا محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوریؒ کو اس دور میں علمی و دینی خدمات کے لیے نہ صرف چن لیا تھا، بلکہ ان کے کاموں میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی تھی۔ ان کے علم وفضل کا سب سے بڑا شاہ کار ان کی جامع ترمذی کی شرح ''معارف السنن'' ہے...... احقر کو اس کتاب کا ایک ایک صفحہ پڑھنے کا شرف حاصل ہے، لہٰذا میں بلاخوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے محدثانہ مذاق کی جھلک کسی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے تو وہ ''معارف السنن'' ہے''۔ (۱۳)

تالیف وطباعت کا پس منظر

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کتب احادیث کے درس کے دوران مسائل ومباحث پر اس طرح روشنی ڈالتے تھے کہ طلبہ انہیں نوٹ کر لیتے تھے، صحیح بخاری کی شرح ''فیض الباری''، سنن ابی داؤد کی شرح ''التعلیق المحمود'' اور جامع ترمذی کی شرح ''العرف الشذی'' علامہ کشمیریؒ کے اسی طرح کے افادات پر مشتمل ہیں۔ (۱۴)

''العرف الشذی'' شاہ صاحبؒ کے ان افادات پر مشتمل ہے جنہیں مولانا محمد چراغ گوجرانوالویؒ (م ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء) نے دورانِ درس نوٹ کیا تھا۔ یہ افادات پہلے ایک جلد میں الگ سے شائع ہوئے تھے، بعد میں جامع ترمذی مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دیوبند کے ہر صفحے پر حاشیہ کی شکل میں ان کی اشاعت ہوئی ہے۔

مولانا بنوریؒ نے لکھا ہے کہ:

''شاہ صاحبؒ مروج طریقے پر املا نہیں کراتے تھے، بلکہ کچھ یادداشتوں کی روشنی میں لیکچر دیتے تھے۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ انہیں نوٹ کرتے تھے، اس بنا پر وہ ان کے افادات کا کم از کم ایک تہائی حصہ نوٹ کرنے سے رہ جاتے تھے، اس کا بھی امکان رہتا تھا کہ ان سے بعض باتیں ضبط تحریر میں لانے میں غلطی ہو گئی ہو، اس لیے ''المجلس العلمی'' کے ذمہ داروں نے طے کیا کہ ایک ایسی شرح تیار کی جائے جس میں اس کے نقص کو دور کیا گیا ہو، اس کی کمی کی تلافی کی گئی ہو اور جو کچھ اس میں درج ہونے سے رہ گیا ہو اس کا اضافہ مصادر ومراجع کی مدد سے کر دیا جائے''۔ (۱۵)

یہ ذمہ داری ''المجلس العلمی'' کے بانی شیخ محمد بن موسیٰ میاں نے مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے سپرد کی، انہوں نے انتہائی محنت سے یہ کام شروع کیا، جب ''کتاب الطہارۃ'' کی شرح مکمل ہوئی تو

اس کی ضخامت اصل کتاب کے حجم کے برابر ہو چکی تھی، کام اور آگے بڑھا تو ''ابواب الحج'' کے وسط تک بڑے سائز کے دو ہزار صفحات لکھے جا چکے تھے، اس میں تقریباً ۱۵؍سال کا عرصہ لگا، اس کے بعد مولاناؒ نے تحریر شدہ مواد پر نظر ثانی کی اور اس میں ترمیم واضافہ سے کام لیا، اس میں مزید ۷؍سال لگ گئے، مگر وہ پاکستان تشریف لے گئے تو یہ کام بالکل رک گیا اور عرصہ تک اس کا دوبارہ آغاز کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

مولاناؒ نے لکھا ہے کہ اس شرح ترمذی کے تصنیف شدہ حصہ میں سے ''جزء وتر'' کی اشاعت ہوئی اور علمائے حرمین شریفین کے ہاتھوں میں پہنچی تو انہیں بہت پسند آئی، انہوں نے پوری شرح شائع کرنے کا تقاضا شروع کردیا۔ تقاضا اور اصرار کرنے والوں میں عالم جلیل زاہد، عابد، شیخ حسن محمد مشاط المالکیؒ بھی تھے۔ اس کی اشاعت میں ایک بڑی رکاوٹ مصارف کی تھی، وہ اس طرح دور ہوئی کہ جنوبی افریقہ کے میاں خاندان کے ایک صاحب خیر نے اس کا ذمہ اٹھایا، اس وقت تک اس شرح کے آغاز کو ۲۶؍سال گزر چکے تھے اور ''ابواب الحج'' کے ۴۵؍ابواب تک شرح ہو پائی تھی، ابواب الحج کی تکمیل میں ۱۷ ابواب باقی تھے، تقاضا اور اصرار سے مجبور ہو کر مولاناؒ نے آگے شرح لکھنے کا ارادہ کیا، مگر اس وقت ان کی عمر ۶۴؍سال ہو گئی تھی، قویٰ مضمحل ہو چکے تھے، نشاط باقی نہیں رہا تھا، پاکستانی معاشرہ میں مسائل کا ہجوم تھا جن میں مولاناؒ کا دل چسپی لینا ناگزیر تھا، بہر حال کسی طرح مولاناؒ نے ابواب الحج کو مکمل کیا، مگر آگے ان کے لیے کام جاری رکھنا ممکن نہ ہو سکا۔ (۱۶) اس طرح ''معارف السنن'' کے نام سے جامع ترمذی کی یہ نا تمام شرح، جو ''ابواب الحج'' تک پہنچی، تقریباً تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور چھ جلدوں میں المکتبۃ البنوریہ کراچی اور دیگر مکتبات سے شائع ہوئی ہے۔

مولاناؒ نے شرح کے آغاز میں لکھا ہے کہ ان کا ارادہ الگ سے ایک مقدمہ تحریر کرنے کا ہے۔ (۱۷) پھر اپنی تحریر ''تنبیه في أدوار تاليف معارف السنن'' میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یہ مقدمہ تحریر کر لیا ہے جو انتہائی اہم مباحث وفوائد پر مشتمل ہے، اس میں امام ترمذیؒ کی سوانح پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، شریعت میں سنت واحادیث کے مقام اور دین میں فقہ کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا گیا ہے اور دیگر اہم موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، (۱۸) مگر غالباً یہ مقدمہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا، یا اس کی تالیف کی نوبت ہی نہیں آسکی۔ (☆ حاشیہ ملاحظہ فرمائیں)

خصوصیات وامتیازات

معارف السنن جن خصوصیات وامتیازات کی حامل ہے، ان کا تذکرہ خود مولانا بنوریؒ نے اپنی ایک تحریر

(☆حاشیہ) ''معارف السنن'' کا مقدمہ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے تحریر کرنا شروع فرمادیا تھا اور اس کا نام ''عوارف المنن'' تجویز کیا تھا۔ معارف میں بعض مقامات پر اس کی طرف اشارہ بھی ہے، لیکن حضرت حسب ارادہ اس کی تکمیل نہیں فرما سکے، اس لیے یہ مسودہ یونہی محفوظ رہا، اب اس دستیاب مسودے پر کام جاری ہے، جو تقریباً آخری مراحل میں ہے۔ ان شاء اللہ! جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے گا۔ (ادارہ)

میں کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے اس تالیف میں درج ذیل امور ملحوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے:

۱-اس کتاب میں ائمہ متبوعین کے مسالک کی تفصیل ان کے معتبر مصادر ومراجع سے بیان کی گئی ہے اور امت کے تعامل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مولاناؒ نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں انہوں نے علامہ بدرالدینؒ کی ''**عمدة القاری**''، امام نوویؒ کی ''**المجموع**'' اور علامہ ابن قدامہؒ کی ''**المغنی**'' کو پیش نظر رکھا ہے، انہوں نے افسوس ظاہر کیا ہے کہ انہیں اس شرح کی تالیف کے دوران ابوبکر ابن المنذرؒ، ابوجعفر الطحاوی، طبریؒ اور ابن نصر المروزیؒ وغیرہ کی کتابیں، جن میں مذاہب فقہاء تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، نہیں مل سکی تھیں۔

۲-یہ کتاب ائمہ کے درمیان اختلافات کے سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا معتبر مرجع ہے۔

۳-یہ کتاب حدیث، فقہ، اصول اور دیگر اہم علمی مسائل کے سلسلے میں مباحث کے استیعاب کے پہلو سے جامع ترمذی کی مکمل ترین شرح ہے۔

۴-اس میں مشکل مسائل اور دقائق وغوامض کو شستہ عبارت اور دل کش اسلوب میں حل کیا گیا ہے۔

۵-یہ جامع ترین کتاب جس میں روایت، درایت، فقہ، حدیث، عربی زبان وادب، بلاغت اور دیگر علوم کی عمدہ بحثوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۶-یہ کتاب جمالِ تعبیر، حسن ترتیب، متانتِ بحث، رزانت بیان اور قدماء کے اقوال کے استقصاء کی جامع ہے۔

۷-یہ کتاب دیدہ زیب اور معیاری طباعت کے ساتھ منظرعام پر آئی ہے۔

۸-یہ کتاب امام عصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ارشادات وافادات کا معتبر ترین جامع ہے۔

افاداتِ علامہ کشمیریؒ کا معتبر ترین جامع

اس شرح میں مولانا بنوریؒ نے تحقیق وتصحیح کی جو غیر معمولی محنت کی ہے، اس کی وجہ سے یہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے افادات وامالی اور تالیفات وتحقیقات کا معتبر ترین مرجع بن گئی ہے، اس کے کئی پہلو ہیں:

۱-متعدد کتبِ حدیث پر علامہ کشمیریؒ کے افادات شائع ہو چکے ہیں، مثلاً: ''**فیض الباری علی صحیح البخاری، القول المحمود علی سنن ابی داؤد، العرف الشذی علی جامع الترمذی**'' ان افادات کو ضبط تحریر میں لانے میں جو غلطیاں در آئی تھیں ''**معارف السنن**'' میں ان کی تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۲-شرح احادیث کے موضوع پر علامہ کشمیریؒ کے کئی رسائل ہیں، مثلاً: ''**فصل الخطاب فی مسئلة ام الکتاب، نیل الفرقدین فی مسئلة رفع الیدین، بسط الیدین لنیل الفرقدین، کشف السر فی مسئلة الوتر، نزل الرفاق شرح حدیث محمد بن اسحاق، خاتمة الخطاب فی فاتحة الکتاب**'' ان کے دقیق مسائل کی تسہیل اور تلخیص کرکے اس شرح میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۳-شاہ کشمیریؒ کے اقوال وارشادات، جو شرح احادیث سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں ان کے امالی، تالیفات اور قلمی مذاکرات سے اکٹھا کر کے شامل کتاب کر دیا گیا ہے، مثال کے طور پر ''آثار السنن للنیمویؒ'' پر ان کی تعلیقات قلمی شکل میں تھیں، ان کے متعدد اقتباسات اس شرح میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

۴-علامہؒ کی تحریروں میں جہاں جہاں ابہام پایا جاتا ہے یا انہوں نے محض اشارے کئے ہیں، وہاں ابہام دور کر دیا گیا ہے اور اشارہ کھول دیا گیا ہے، اس سلسلے میں حوالوں اور متعلقات کی تخریج کر دی گئی ہے۔

۵-شاہ صاحبؒ نے اپنی تحریروں یا امالی میں جن قدیم مراجع کے حوالے دیئے ہیں، ان کی طرف براہِ راست رجوع کر کے عبارتوں کی تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ''كتاب سيبويه، الرضی، شرح الكافيه، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغة، عروس الافراح، كشف الاسرار لعبد العزيز البخاری، شرح اصول البزدوی للفخر الرازی، فتح الباری، عمدة القاری، شرح المهذب، مغنی ابن قدامه'' وغیرہ۔

مولانا بنوریؒ نے حوالوں کی تحقیق وتخریج میں کتنی محنت کی ہے، اس کا اندازہ دو مثالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ علامہ کشمیریؒ نے ایک جگہ متعارض روایات پر بحث کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''إن هذا من قبيل ذكر مالم يذكره الآخر''۔ (یہ اس چیز کی مثال ہے کہ متعارض روایات بیان کرنے والے راویوں میں سے ایک نے وہ بات ذکر کی جس کا تذکرہ دوسرے راوی نے نہیں کیا) پھر مزید فرمایا: ''یہ ایک اہم قاعدہ ہے، اربابِ مصطلح کو اس پر توجہ دینی چاہئے تھی، مگر انہوں نے عموماً اس سے تغافل برتا ہے، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایک سے زائد مقامات پر اُسے بیان کیا ہے''۔ مولانا بنوریؒ نے فتح الباری کی ورق گردانی کی تو انہیں دس سے زائد مقامات پر اس قاعدہ کا ذکر مل گیا۔

اسی طرح اختلافِ صحابہؓ کے موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے علامہ کشمیریؒ نے فرمایا تھا: ''امام ابوزید الدبوسیؒ نے صحیح لکھا ہے: ''كل مسئلة اختلف فيها فقهاء الصحابةؓ يصعب الخروج منها، ويشكل أن ينفصل فيها النزاع''۔ (ہر وہ مسئلہ جس میں فقہائے صحابہؓ کا اختلاف پایا جاتا ہے، اس میں ان کے اختلاف سے خروج دشوار ہے، اور نزاع بھی دور ہونا مشکل ہے) مولانا بنوریؒ نے امام دبوسیؒ کی کتاب ''تأسيس النظر'' پوری پڑھ ڈالی، مگر اس میں یہ بات کہیں نہ ملی، خیال ہوا کہ یہ ان کی کتابوں ''أسرار الخلاف'' اور ''تقويم الأدلة'' میں سے کسی ایک میں ضرور ہوگی، لیکن وہ دونوں کتابیں قلمی تھیں اور دستیاب بھی نہیں تھیں، پھر ذہن میں آیا کہ ممکن ہے یہ حوالہ ''كشف الأسرار للشيخ عبد العزيز البخاریؒ'' یا ''شرح التحرير لابن أمير الحاجؒ'' کے واسطے سے ہو، تلاش بسیار کے بعد ان دونوں کتابوں میں یہ حوالہ مل گیا۔ (۱۹)

اس جدوجہد کو دیکھتے ہوئے مولانا بنوریؒ کی یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے:

''وأيم الله إن شرح كتاب من امهات الحديث كان اهون عليّ من تخريج لمثل هذاالكتاب وشرح لكل باب''. (۲۰)

''اللہ کی قسم! امہات کتب حدیث میں سے کسی کتاب کی شرح کرنا میرے لیے اس جیسی کتاب کی تخریج اور اس کے ابواب کی شرح کرنے سے زیادہ آسان تھا''۔

منہج تالیف

معارف السنن کا منہج تالیف کیا ہے، اُسے چار نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱- مولاناؒ نے زیر بحث مسئلہ میں متعلقہ حوالوں کی تحقیق اور تخریج کے لیے قدیم مصادر ومراجع سے رجوع کیا ہے۔

۲- قدیم شروح حدیث وفقہ کی طویل بحثوں کی مناسب تلخیص کردی ہے، تاکہ قاری کی سمجھ میں بات بہ آسانی آسکے اور کم وقت میں وہ گوہر مراد کو پاسکے۔

۳- بحث طویل ہوجانے کی صورت میں آخر میں اس کا خلاصہ بیان کردیا ہے۔

اس طرح اس کتاب کے منہج تالیف کو چار الفاظ میں سمیٹا جاسکتا ہے: جمع، ترتیب، تعبیر، تلخیص۔ (۲۱)

شرح میں کیا نہیں ہے؟

مولاناؒ نے اپنی اس شرح میں دو چیزیں شامل نہیں کی ہیں:

۱- انہوں نے احادیث کی سندوں پر عموماً بحث نہیں کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ رواۃ کی تعدیل وجرح پر قدیم مراجع مثلاً ''تهذيب التهذيب'' اور ''تقريب التهذيب'' وغیرہ میں جو کچھ مواد ہے، وہ کافی ہے۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں، الا یہ کہ کہیں ضرورت اس کی متقاضی ہو۔

۲- امام ترمذیؒ نے اکثر مقامات پر ایک حدیث ایک صحابیؓ کے حوالے سے ذکر کی ہے، پھر ''وفي الباب'' لکھ کر دوسرے صحابہؓ کا نام ذکر کیا ہے، اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث دیگر طرق سے ان صحابہؓ سے بھی مروی ہے، مولاناؒ نے اپنی شرح میں اس پر کوئی بحث نہیں کی ہے، انہوں نے شرح کے آغاز میں لکھا ہے کہ: ''میں نے اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''لب اللباب في تخريج مايقول الترمذي وفي الباب'' ہے۔ (۲۲)

معلوم نہیں یہ کتاب شائع نہ ہوسکی، یا مولاناؒ کو اس کی تصنیف کا موقع نہ مل سکا۔ (حاشیہ ملاحظہ فرمائیں)

(حاشیہ) یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ سنن ترمذی کے ''في الباب'' کی احادیث کا یہ کام ابتداءً خود حضرت بنوریؒ نے ''لب اللباب'' کے نام سے شروع فرمایا تھا، اور ''ابواب العيدين'' سے ''ابواب الصوم'' کے آخر تک تخریج فرما چکے تھے، لیکن کثرتِ مشاغل کی بنا پر جب تعطل کا احساس ہوا تو حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے حوالے فرمادیا، حضرت مفتی صاحبؒ کو بھی تدریس وافتاء ودیگر مصروفیات آڑے آگئیں اور ایک بار پھر یہ کام التواء کا شکار ہوگیا۔ حضرت بنوریؒ کو اس کے ادھورا رہنے کا قلق تھا، اور وقتاً فوقتاً اس کے متعلق حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ سے ذکر فرماتے رہتے تھے، ۱۳۹۰ھ میں جب مولانا شہیدؒ نے نہایت جانفشانی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو اس حدیثی خدمت پر صرف فرمایا، حضرت بنوریؒ کا ارادہ تھا کہ ''في الباب'' کی تخریج کو بھی ''معارف السنن'' کا جز بنائیں، یہی وجہ ہے کہ اختصار کی غرض سے محض امام ترمذیؒ نے جن احادیث کی

(بقیہ حاشیہ) طرف اشارہ کیا ہے، انہیں کی تخریج فرمائی۔ مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے اس کام کو وسعت دے کر ہر باب تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے، فصل اول میں ان احادیث کی تخریج کی ہے جن کی طرف امام ترمذیؒ نے اشارہ فرمایا ہے، فصل ثانی میں ان روایات کی تخریج کرتے ہیں، جن کی طرف امام موصوف نے اشارہ نہیں کیا، اور فصل ثالث میں اس باب کے متعلق آثار وموقوفات ذکر کرتے ہیں، چنانچہ اسی منہج پر مولانا شہیدؒ نے کام جاری رکھا اور ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۹۸۷ء میں ''**کشف النقاب عما یقوله الترمذی وفی الباب**'' کے نام سے پہلی جلد اور پھر یکے بعد دیگرے چار مزید جلدیں منظر عام پر آ گئیں، جن میں سنن ترمذی کی ''**کتاب الصلوٰۃ**'' کے ''**باب ماجاء فی کثرۃ الرکوع والسجود**'' (ص:۸۸، قدیمی) تک احادیث کی تخریج مکمل ہے، ''**کشف النقاب**'' اب مطبوع ہے۔ مولانا حبیب اللہ مختار رحمہ اللہ کی شہادت اور اس کے بعد مختلف سانحات فاجعہ کی وجہ سے یہ تحقیقی سلسلہ شدید متاثر رہا، مگر اب الحمد للہ! یہ سلسلۂ تحقیق وتخریج پھر سے شروع کرنے کی کوششیں زیر عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتمام وحسن اختتام تک پہنچائے، آمین۔ **السعی منا والإتمام منه تعالی**۔ (ادارہ)۔

حواشی ومراجع

۱- قاری محمد طیب، دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، طبع دیوبند، ص:۱۸۳۔

۲- محمد تقی عثمانی، نقوش رفتگان، طبع دیوبند، ص:۸۶۔

۳- سید محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیوبند، ادارۂ اہتمام دار العلوم، ۱۹۷۸ء، طبع اول، جلد دوم، ص:۱۶۴۔

۴- مولانا بنوریؒ سے متعلق سوانحی معلومات کے لیے مذکورہ بالا کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۵- مثال کے طور پر ملاحظہ کیجئے: ماہنامہ ''بینات'' کے یہ شمارے: شعبان ۱۳۸۶ھ، دسمبر ۱۹۶۶ء، محرم ۱۳۸۸ھ، اپریل ۱۹۶۸ء۔

۶- نقوش رفتگان، ص:۸۷۔

۷- ملاحظہ کیجئے: تعارف نامہ مجمع اللغة العربیة دمشق۔ اکیڈمی اپنے ترجمان ''مجلة مجمع اللغة العربیة'' میں بھی وقتاً فوقتاً اپنے ارکان کی فہرست شائع کرتی رہتی ہے۔

۸- مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ، مضمون، بعنوان: مولانا محمد یوسف بنوریؒ، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۷۷ء، ص:۳۸۱۔

۹- نقوش رفتگان، ص:۹۲۔

۱۰- ماہنامہ معارف، حوالہ سابق، ص:۳۸۱، ۳۸۲۔

۱۱- حوالہ سابق، ص:۳۸۰۔

۱۲- دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص:۱۸۱۔

۱۳- نقوش رفتگان، ص:۸۷۔

۱۴- عبد الرحمن کوندو، الانور، ندوۃ المصنفین، دہلی، ص:۱۸۲، ۱۸۳۔

۱۵- محمد یوسف بنوریؒ، معارف السنن، المکتبة البنوریة کراچی پاکستان، سن طبع غیر مذکورہ، ۶/ ۴۳۔

۱۶- حوالہ سابق، ۶/ ۴۳۳، ۴۳۹، ۴۴۱۔

۱۷- حوالہ سابق ۶/ ۴۳۸۔

۱۸- حوالہ سابق ۶/ ۴۳۸۔

۱۹- حوالہ سابق ۶/ ۴۳۲-۴۳۵۔

۲۰- حوالہ سابق، ۶/ ۴۳۲۔

۲۱- حوالہ سابق ۱/ ۲، ۶/ ۴۳۸۔

۲۲- حوالہ سابق: ۱/ ۲۔